## زندگانی پیغمبر اسلام

از: استاد جعفر سبحانی

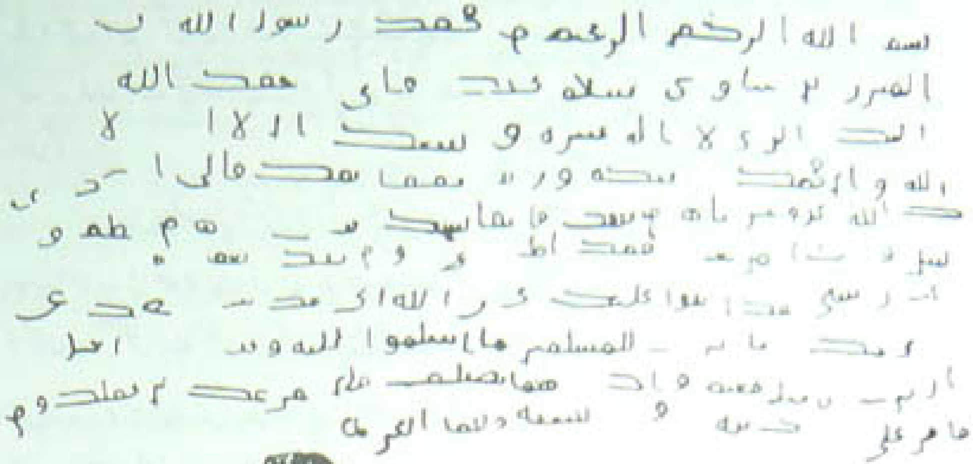

رسول اکرمؐ کے ایک خط کا عکس
[illegible] آنحضرتؐ نے قدیم عربی زبان میں [illegible]
[illegible] میں [illegible] اسلام کی دعوت
دی گئی ہے۔

گزشتہ سے پیوستہ

# کوہِ احد کے دامن میں آزادی کا دفاع

**قتل پیغمبر کے لئے پانچ افراد کا معاہدہ:**

جس وقت میدان میں شدید جنگ ہو رہی تھی [illegible] پیغمبرؐ کی ذات و اپنے [illegible] قریش کے [illegible] نے [illegible] میں یہ معاہدہ کیا [illegible] قیمت پر [illegible] تمام کر دیں گے۔

۱۔ عبداللہ بن شہاب۔ جس نے پیغمبرؐ کی پیشانی زخمی کر دی۔

۲۔ عتبہ ابن ابی وقاص۔ جس نے چار پتھر مار کر پیغمبرؐ کے داہنی طرف کے دانت شہید کر ڈالے۔

۳۔ ابن قمیۂ لیثی۔ جس نے پیغمبرؐ کے چہرے کو زخمی کر دیا۔ یہ زخم اتنا شدید تھا کہ پیغمبرؐ کی آہنی کلاہ کی کڑیاں زخم کے اندر دھنس گئی تھیں جن کو نکالتے وقت ابو عبیدہ جراح کے چار دانت ٹوٹ گئے تھے۔

۴۔ عبداللہ بن حمید۔ جو ان حملات کے دوران لشکر اسلام کے نامور فوجی ابو دجانہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

۵۔ ابی بن خلف۔ وہ شخص ہے جس کو خود پیغمبرؐ نے مغلوب کیا۔ یہ اس وقت پیغمبرؐ کے سامنے آیا تھا جب وہ کوہ احد کے ایک درہ میں پہونچ چکے تھے اور کچھ اصحاب آنحضرتؐ کے اردگرد جمع ہو گئے تھے۔ جیسے ہی پیغمبرؐ نے ابی خلف کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا انہوں نے حارث بن الصمۃ کا نیزہ اٹھا کر اس کی گردن پر وار کر دیا اور ابی خلف اس حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے گھوڑے سے زمین پر گر گیا۔

اگرچہ ابی خلف کا زخم ظاہری اور سطحی تھا لیکن اس پر ایسا خوف طاری ہوا کہ دوستوں کے بار بار سمجھانے کے باوجود اسے سکون نہ ملا۔ وہ لوگوں سے یہی کہتا رہا کہ: میں جب مکہ میں تھا تو میں نے محمدؐ سے یہ کہا تھا کہ ''میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا تو انہوں نے بھی مجھے جان سے مار ڈالنے کی بات کہی تھی اور میں اس بات سے بخوبی واقف ہوں کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔'' بہر حال اس زخم اور غیر معمولی خوف و دہشت کی وجہ سے وہ راستہ میں ہی ہلاک ہو گیا۔[۱]

درحقیقت اس واقعہ کی روشنی میں دشمنان پیغمبرؐ کی ذلالت اور کم ظرفی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں کو اس بات کا پورا یقین تھا کہ پیغمبر اکرمؐ جھوٹ نہیں بولتے اور ان کی زبان سے نکلنے والا ہر جملہ حق و صداقت پر مبنی ہوا کرتا ہے۔ اس اعتقاد و اعتماد کے باوجود وہ لوگ پیغمبرؐ سے ایسی عداوت رکھتے تھے کہ انہیں جان سے مار ڈالنا چاہتے تھے۔

پیغمبرؐ ایک پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر اٹل رہے اور بڑی ثابت قدمی کے ساتھ اپنا اور مذہب اسلام کا

دفاع کرتے رہے اگر چہ ان کی حیات و موت کے درمیان تھوڑا سا ہی فاصلہ رہ گیا تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ دشمن کی فوج ان کی طرف امنڈتی چلی آرہی ہے پھر بھی ان کے چہرے پر اضطراب و پریشانی اور خوف و وحشت کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے اور ان کی نقل و حرکت نیز طرز گفتگو بھی ایسا نہیں لگ رہا تھا کہ وہ خوفزدہ ہو گئے ہیں البتہ اپنی پیشانی سے خون صاف کرتے ہوئے انہوں نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا کہ "وہ قوم فلاح و نجات کیسے حاصل کر سکتی ہے جس نے خدا کی طرف دعوت دینے والے اپنے پیغمبرؐ کے چہرہ کو اسی کے خون سے رنگین کر دیا۔"۲ پیغمبرؐ کے اس جملے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی کس مہربانی سے پیش آیا کرتے تھے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں [illegible] پیغمبر اکرمؐ دشمن کی [illegible] تھے اور سب بھی [illegible] قوم [illegible] دیتے تھے [illegible] پیغمبرؐ [illegible] ایک اہم سبب یہ [illegible] شجاعت و مہارت سے ساتھ [illegible] دفاع کیا تھا البتہ ان کی سلامتی کے سلسلے میں دیگر عوامل کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے اور ان اسباب و عوامل کے درمیان پیغمبرؐ کے کچھ سچے اور وفادار اصحاب کی جانبداری کو بڑی اہمیت حاصل ہے جو اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پیغمبرؐ کی حفاظت میں ہمہ تن سرگرم رہے اور اس شمع ہدایت کو بجھنے نہیں دیا۔

"پیغمبر اکرمؐ نے احد کے دن دشمنوں کے خلاف ڈٹ کر جنگ کی۔ ان کے ترکش میں جتنے تیر تھے انہیں فوج دشمن کی طرف مارتے چلے گئے یہاں تک کہ کمان ٹوٹ گئی اور اس کی ڈوری جگہ جگہ سے کٹ گئی۔"۳

بہر حال پیغمبر اکرمؐ کے ارد گرد جمع باوفا اور جانباز اصحاب کی تعداد بیان کی گئی ہے اور وہ بہت کم لوگوں پر مشتمل ہے لیکن ہم فن تاریخ نگاری کے بموجب مذکورہ افراد میں سے ہر ایک کی ثابت قدمی مسلم اور قطعی نہیں ہے البتہ معدودے چند اصحاب کی دلیری و جانبازی کے سلسلے میں اکثر مورخین متفق الخیال ہیں جن کی دفاعی سرگرمیوں کا تفصیلی تجزیہ حاضر خدمت ہے۔

### کامیاب دفاع اور نئی کامیابی:

اگر تاریخ اسلام کے اس حصہ کا ذکر "نئی کامیابی" عنوان کے تحت کیا جائے تو ہر گز مبالغہ نہ ہوگا۔ اس نئی کامیابی کا مطلب یہ ہے کہ دشمنوں کی امید کے برعکس، سپاہیان اسلام اپنے پیغمبرؐ کی جان بچانے میں پوری طرح کامیاب ہو گئے اور یہ ان کی سب سے بڑی کامیابی تھی۔

اگر ہم اس کامیابی کو پورے لشکر اسلام سے منسوب کرتے ہیں تو اس سے مجاہدین اسلام کا احترام مقصود ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس کامیابی کا سہرہ چند ہی لوگوں کے سر باندھنا مناسب ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی جان خطرے میں ڈال کر پیغمبرؐ کی جان کی حفاظت کرتے رہے اور انہیں لوگوں کی قربانیوں کی وجہ سے اسلامی حکومت اور پیغمبرؐ کی جان بچ گئی۔ ذیل میں ان جانبازوں کا مختصر تذکرہ ملاحظہ ہو:

۱۔ شجاعت و ثابت قدمی اور فداکاری و جانبازی کے میدان کا پہلا نامور مجاہد وہ ہے جس نے زندگی کی صرف ۲۶ بہاریں دیکھی تھیں اور جو کمسنی کے زمانہ سے پیغمبرؐ کی وفات تک ہمہ وقت انہیں کی خدمت میں لگا رہا اور ایک لمحہ کے لئے بھی ان سے غافل نہیں رہا۔

جی ہاں! لشکر اسلام کے اس جانباز مجاہد کا نام مولای متقیان حضرت علی علیہ السلام ہے جس کی

شجاعت و ثابت قدمی اور فداکاری و جانبازی کے میدان کا پہلا نامور مجاہد وہ ہے جس نے زندگی کی صرف ۲۶ بہاریں دیکھی تھیں اور کمسنی کے زمانہ سے پیغمبرؐ کی وفات تک ہمہ وقت انہیں کی خدمت میں لگا رہا اور ایک لمحہ کے لئے بھی ان سے غافل نہیں رہا۔

جی ہاں! لشکر اسلام کے اس جانباز مجاہد کا نام مولای متقیان حضرت علی علیہ السلام ہے جس کی عظیم اور گرانقدر خدمات و قربانیوں کا ذکر تاریخ اسلام میں جگہ جگہ پر موجود ہے اور جس نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اسلام کی تبلیغ و ترویج کے لئے وقف کر دیا تھا۔

عظیم اور گرانقدر خدمات و قربانیوں کا ذکر تاریخ اسلام میں جگہ جگہ پر موجود ہے اور جس نے اپنی زندگی کا ہر لی اسلام کی تبلیغ و ترویج کے لئے وقف کر دیا تھا۔

بنیادی اعتبار سے یہ کامیابی 'اسلام کی ابتدائی کامیابی کی طرح' اسی مرد مجاہد کی جانبازی و قربانیوں کے ذریعے حاصل ہوئی کیونکہ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جنگ کے ابتدائی مرحلہ میں قریش میدان جنگ سے اس وجہ سے بھاگے تھے کہ ان کے سپہ سالار کے بعد دیگرے حضرت علیؑ کی تلوار سے قتل ہوگئے تھے جس کی وجہ سے دشمن کی فوج پر خوف رعب و دبدبہ قائم ہو گیا اور ان میں اتنا حوصلہ ہی باقی نہ رہ گیا تھا کہ وہ ثابت قدم رہ سکیں۔

درحقیقت اسلامی واقعات و حوادث کا تجزیہ کرنے والے معاصر مغربی مصنفین نے حضرت علیؑ کا جو حق تھا ادا نہیں کیا ہے اور نہ ہی ان کے مقام و مرتبے کے بموجب اسلامی تاریخ میں جو حقائق موجود ہیں ان کو نکھارا ہے۔ کیونکہ اپنے تجزیے میں امیر المومنینؑ کی جانبازی و قربانی و دیگر افراد کی دلیری و قربانی کا ہم پلہ قرار دے کر ابتدائی لاذانی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی قربانیوں کا اتمام خاکہ قارئین کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

ابن اثیر اپنی تاریخ ۵ میں لکھتا ہے کہ "دشمنوں نے چاروں طرف سے پیغمبر اسلامؐ پر دھاوا بول دیا۔ دشمنوں کا جو گروہ پیغمبرؐ پر حملہ آور ہوتا تھا حضرت علیؑ پیغمبرؐ کے اشارہ پر اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے تھے اور جیسے ہی دشمن کے دو چار سپاہی ہلاک ہوتے' باقی لوگ خوفزدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ یہ واقعہ میدان احد میں کئی مرتبہ رونما ہوا۔ حضرت علیؑ کی اس فداکاری و جانبازی کو دیکھ کر امین وحی حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور پیغمبرؐ کے سامنے علیؑ کا قصیدہ پڑھتے ہوئے کہا کہ یہ نوجوان جس دلیری و جانبازی کا مظاہرہ کر رہا ہے وہ درحقیقت قربانی و فداکاری کی انتہا ہے۔ رسول خداؐ نے بھی جبرئیلؑ کی تصدیق کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں علیؑ سے ہوں اور وہ مجھ سے ہے۔ اس کے بعد میدان احد میں ایک آواز سنائی پڑی اور وہ آواز یہ تھی:

لافتیٰ الاعلی لاسیف الا ذوالفقار

یعنی ذوالفقار جیسی کوئی تلوار اور علیؑ جیسا کوئی جوانمرد نہیں ہے۔"

ابن ابی الحدید اس واقعہ کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "دشمن کے پچاس سپاہی ایک گروہ کی شکل میں پیغمبرؐ پر حملہ کرتے تھے اور حضرت علیؑ اپنی غیر معمولی دلیری و جانبازی کی وجہ سے ان لوگوں کو متفرق کر دیتے تھے۔" اس کے بعد وہ جبرئیلؑ کے نازل ہونے کا واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "تاریخی اعتبار سے یہ ایک مسلم الثبوت واقعہ ہے اور میں نے محمد بن اسحاق کی تصنیف غزوات محمد نامی کتاب کے بعض نسخوں میں جبرئیلؑ کی آمد کا واقعہ خود دیکھا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن میں نے اپنے استاد "عبدالوہاب سکینہ" سے اس واقعہ کی صحت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا "ہاں! یہ واقعہ صحیح ہے۔" میں نے دوبارہ سوال کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ صحاح ستہ کے مؤلفین نے اس صحیح خبر کو اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا؟ استاد نے جواب دیا کہ ایسی بہت سی صحیح روایات موجود ہیں جن کو نقل کرنے میں صحاح کے مؤلفین نے غفلت و لاپرواہی سے کام لیا ہے۔" ۶

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام .. "راس الیہود" میں اپنے کچھ اصحاب کے سامنے ایک مفصل تقریر کے دوران جنگ احد میں اپنی جانبازی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"..... جس وقت قریش کی فوج نے ہم لوگوں پر زبردست حملہ کیا' انصار و مہاجرین اپنے اپنے گھروں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور میں نے ستر زخم کھاتے ہوئے آنحضرتؐ کا دفاع کیا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے قبا پہنائی اور میرے زخموں پر ہاتھ پھیر دیا۔" ۷

یہاں تک کہ بقول "علل الشرائع" ۸ حضرت علی علیہ السلام نے اس جنگ کے دوران ایسی شجاعت و دلیری و جوانمردی و جانبازی کے ساتھ پیغمبرؐ کا دفاع کیا کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی اور پیغمبر اکرمؐ نے اپنی تلوار یعنی "ذوالفقار" ان کے حوالے کر دی اور وہ پہلے کی طرح جہاد در راہ خدا میں لگے رہے۔"

ابن ہشام نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب سیرہ میں ۹ جنگ احد میں قتل ہونے والے مشرکین کی تعداد ۲۲ لکھی ہے اور ان مقتولین کے نام و نسب و قبیلے کی مکمل تفصیل بھی پیش کی ہے۔ ان ۲۲ افراد میں سے ۱۲ مشرکین حضرت علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے اور باقی ۱۰ افراد دیگر مسلمانوں کے ذریعہ مارے گئے تھے۔

ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ فریقین کی مستند کتابوں بالخصوص کتاب "بحار الانوار" ۱۰ میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمات کے سلسلے میں جو حقائق موجود ہیں' انہیں مکمل طور پر پیش نہیں کیا جا سکا ہے البتہ متفرق اطلاعات و روایات کے بموجب یہ بات ثابت ہے کہ جنگ احد میں حضرت علیؑ کی شجاعت و ثابت قدمی مثالی نوعیت کی حامل تھی اور "ابو دجانہ" جیسا بہادر مجاہد اسلام بھی دفاعی

سرگرمیوں میں ان کا ہم پلہ نہیں رہا۔

**۲۔ ابودجانہ:** امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے بعد سپاہ اسلام کا دوسرا نامور مجاہد تھا جس نے اپنی جان کی بازی لگا کر پیغمبرؐ کی جان بچائی تھی۔ وہ ایک مضبوط ڈھال کی طرح پیغمبرؐ کی طرف آنے والے ہر تیر کو اپنی پشت پر روک لیتے تھے اور پیغمبر اکرمؐ دشمن کے مہلک حملات سے محفوظ رہتے تھے۔

مرحوم سپہر نے "ناسخ التواریخ" میں ابودجانہ کے سلسلے میں ایک جملہ نقل کیا ہے جس کی سند ہمیں نہیں مل سکی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"جس وقت پیغمبر اکرمؐ اور حضرت علی علیہ السلام مشرکین کے محاصرہ میں تھے' ان کی نگاہ ابودجانہ پر پڑی۔ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا۔ "ابودجانہ میں نے تمہارے اوپر سے اپنی بیعت اٹھالی البتہ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں ابودجانہ نے گریہ وزاری کرتے ہوئے کہا:

"میں کہاں جاؤں' اپنی زوجہ کے پاس جاؤں جو بہر حال موت سے ہم آغوش ہو جائے گی' اپنے گھر کی طرف جاؤں جو بہر حال تباہ ہو جائے گا' مال و دولت کی طرف رغبت اختیار کروں جو ہرگز باقی نہ رہے گا اور موت سے فرار اختیار کروں جو بہر حال آئے گی۔"

جب پیغمبرؐ نے ابودجانہ کو گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا تو انہیں دشمنوں کے خلاف جنگ و نبرد آزمائی کی اجازت دیدی اور ابودجانہ و علیؑ نے قریش کے مہلک حملوں سے پیغمبرؐ کا دفاع کیا۔

کتب تاریخ میں جنگ احد کے دوران پیغمبر اکرمؐ کی حفاظت کرنے والوں میں عاصم بن ثابت' سہل حنیف' طلحہ بن عبداللہ جیسے دیگر افراد کے نام بھی موجود ہیں اور مورخین نے میدان احد میں ثابت قدم رہنے والے محافظین پیغمبرؐ کی تعداد ۱۶ ۳ تک پہونچا دی ہے لیکن تاریخی اعتبار سے جو بات قطعی و حتمی ہے وہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام' ابودجانہ' حمزہ اور ام عامر کی دلیری و جانبازی ہے جس کی وجہ سے پیغمبرؐ کی جان بچی اور ان چار افراد کے علاوہ دیگر تمام لوگوں کی ثابت قدمی خیالی اور مشکوک ہے۔

## ایک عظیم مجاہد کی فداکاری:

لشکر اسلام میں بہادر و جانباز اور صاحب حوصلہ مجاہدین کم و بیش ہمیشہ رہے ہیں لیکن حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی دلیری و جانبازی تاریخ کے صفحات میں درج ہے اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اسلامی غزوات کی تاریخ میں حضرت حمزہ کی جانبازی و قربانی کو مثالی حیثیت حاصل ہے۔

لشکر اسلام میں بہادر و جانباز اور صاحب حوصلہ مجاہدین کم و بیش ہمیشہ رہے ہیں لیکن حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی دلیری و جانبازی تاریخ کے صفحات میں درج ہے اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اسلامی غزوات کی تاریخ میں حضرت حمزہ کی جانبازی و قربانی کو مثالی حیثیت حاصل ہے۔

حضرت حمزہ' پیغمبر اکرمؐ کے حقیقی چچا' عرب کے نامور بہادر اور لشکر اسلام کے مشہور مجاہد تھے' حمزہ ہی وہ شخص ہیں جو اس بات پر تاکید کر رہے تھے کہ حملہ آور فوج قریش کا مقابلہ کرنے کے لئے سپاہیان اسلام کو مدینہ سے باہر نکل کر اپنا محاذ تیار کرنا چاہئے۔

یہ حضرت حمزہ ہی تھے جو مکہ میں بت پرستوں کے شر و فساد سے پیغمبر اکرمؐ کی حفاظت کرتے رہے اور جس وقت سرداران قریش کے اجلاس میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ ابوجہل نے جسارت و گستاخی کی تو حضرت حمزہ نے اس کا سر پھوڑ دیا تھا اور ابوجہل کے طرفداروں میں سے کسی میں اتنا دم نہ تھا کہ وہ ان کا مقابلہ کر سکے۔

درحقیقت حمزہ اسی مرد مجاہد کا نام ہے جس نے جنگ بدر کے موقع پر سپاہ قریش کے نامور پہلوان "شیبہ" کو پچھاڑ دیا تھا' کچھ لوگوں کو مجروح اور دیگر لوگوں کو نیست و نابود کر دیا تھا اور جس کی نبرد آزمائی کا مقصد فقط حق و فضیلت کا دفاع اور بنی نوع انسان کو آزادی فراہم کرنا تھا۔

ابوسفیان کی زوجہ "ہند" سپاہ قریش کے نامور پہلوان عتبہ کی بیٹی تھی اور اس کے دل میں حمزہ کی طرف سے کینہ تھا چنانچہ وہ ہر قیمت پر حمزہ سے اپنے باپ کا انتقام لینا چاہتی تھی۔

"وحشی" نامی حبشی پہلوان جبیر مطعم کا غلام تھا اور جبیر کا چچا بھی جنگ بدر میں سپاہ اسلام کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ ہند نے اس وحشی کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ ہر ممکن مکر و فریب سے کام لیتے ہوئے سپاہ اسلام اور بالخصوص حمزہ سے انتقام لینے کی کوشش کرے' اس

نے حبشی غلام سے کہا کہ اُس کے باپ کا انتقام اُسی وقت ممکن ہے جب وہ محمدؐ، علیؑ اور حمزہ میں سے کسی کو قتل کر دے۔ حبشی نے جواب دیا کہ محمدؐ تک رسائی حاصل کرنا میرے لئے ناممکن ہے کیونکہ ان کے ساتھی ہر وقت ان کے ارد گرد ہوا کرتے ہیں۔ علیؑ بھی میدان جنگ میں پوری ہوشیاری و بیداری سے کام لیتے ہیں لیکن حمزہ دوران جنگ اس درجہ غضبناک ہوا کرتے ہیں کہ انہیں اپنے اطراف کی کوئی خبر نہیں ہوتی لہٰذا یہ ممکن ہے کہ میں مکر و فریب کے ذریعہ انہیں قتل کر دوں۔ ہند نے حبشی غلام کی اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ حمزہ کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ اسے غلامی سے آزاد کر دے گی۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ خود جبیر نے اپنے غلام وحشی سے آزادی کا وعدہ کیا تھا کیونکہ جنگ بدر میں جبیر کا چچا بھی مارا گیا تھا۔

حبشی غلام کا بیان ہے کہ احد کے میدان میں مجھے حمزہ کی تلاش تھی اور وہ شیر کی طرح دہاڑتے ہوئے لشکر قریش کے قلب میں محو جنگ تھے اور وہ دشمن کے جس سپاہی کے قریب جاتے اس کا کام تمام کر دیتے تھے۔ میں نے خود کو درختوں اور پتھروں کی آڑ میں اس طرح چھپایا کہ وہ مجھے دیکھ نہیں پائے۔ بہر حال وہ پوری توجہ اور تیزی کے ساتھ مصروف جنگ کے ساتھ محو تھے۔ اسی دوران میں اپنی کمین گاہ سے باہر نکلا۔ ایک حبشی ہونے کی وجہ سے میں بہت سوچ سمجھ کر حملہ کیا کرتا تھا اور میرا وار بہت کم خالی جاتا تھا۔ بہر حال میں نے ایک معین فاصلہ سے اپنے "بھالے" کو مخصوص حرکت کے بعد حمزہ کی طرف پھینکا اور میرا حربہ پوری طرح کامیاب رہا۔ حمزہ نے میرے اوپر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن درد کی شدت کی وجہ سے وہ اسی جگہ ڈھیر ہو گئے اور تھوڑی ہی دیر میں ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس کے بعد میں بڑی احتیاط سے حمزہ کی طرف بڑھا اور اپنا بھالا نکال کر لشکر قریش کی طرف واپس آ گیا اور اپنی آزادی کا انتظار کرنے لگا۔

"جنگ احد کے بعد میں ایک طویل مدت تک مکہ میں زندگی بسر کرتا رہا یہاں تک کہ جب مسلمانوں نے مکہ پر فتح حاصل کر لی تو میں طائف بھاگ گیا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اسلامی قدرت و اقتدار کی روشنی اس علاقے تک پھیل گئی لیکن میں نے سنا کہ کوئی بھی شخص کتنا ہی بڑا مجرم ہو اگر وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے تو پیغمبرؐ اس کے گناہوں سے چشم پوشی کر لیتے ہیں چنانچہ میں کلمہ پڑھتے ہوئے پیغمبرؐ کی خدمت میں پہونچ گیا۔ مجھ کو دیکھتے ہی انہوں نے ارشاد فرمایا کہ "تو وہی حبشی غلام وحشی ہے؟ ذرا یہ تو بیان کر کہ تو نے میرے چچا حمزہ کو کس طرح قتل کیا تھا؟ میں نے پورا واقعہ پیغمبرؐ کے سامنے بیان کر دیا۔ وہ بہت رنجیدہ و ملول ہوئے اور کہنے لگے۔ "اچھا اب تو میری نگاہوں سے دور ہٹ جا اور آج کے بعد میری نظروں کے سامنے نہ آنا کیونکہ تو میرے چچا کا قاتل ہے اور میرے لئے ان کا غم ایک ناقابل تلافی غم ہے" [۱۲]

جی ہاں! یہ پیغمبر اکرمؐ جیسے کریم و وسیع القلب انسان کی بات ہے کہ انہوں نے اپنے چچا کے قاتل کو معافی دیدی ورنہ وہ چاہتے تو اپنے چچا کے قاتل کو کسی نہ کسی جرم کی سزا میں پھانسی پر لٹکا دیتے لیکن انہوں نے اس قاتل کو معافی دیتے ہوئے اُسے پوری طرح آزاد بھی کر دیا۔

وحشی کہتا ہے کہ "جب تک پیغمبر اکرمؐ زندہ رہے، میں ان کی آنکھوں کے سامنے نہیں گیا اور ان کی وفات کے بعد جب جنگ مسیلمہ کذاب رونما ہوئی تو میں نے لشکر اسلام میں شرکت کی اور مسیلمہ کو قتل کرنے کے لئے میں نے اسی بھالے کا استعمال کیا اور انصار میں سے ایک شخص کی مدد سے میں نے مسیلمہ کو قتل کر ڈالا۔

"پس یہ سچ ہے کہ میں نے اپنے اسلحہ سے حمزہ جیسے بہترین انسان کا قتل کیا ہے لیکن دنیا کے بدترین لوگ بھی اس کی زد میں آتے رہے ہیں۔"

بہر حال جنگ مسیلمہ میں وحشی کی شرکت ایک ایسا موضوع ہے جس کا دعویٰ خود اس حبشی غلام نے کیا ہے لیکن ابن ہشام لکھتا ہے کہ "وحشی اپنی زندگی کے آخری دنوں میں کالے کوے کی طرح ہو گیا تھا اور غیر معمولی شراب خوری کی وجہ سے مسلمان اس سے بڑی نفرت کیا کرتے تھے اور برابر اس پر شراب کی حد جاری ہوا کرتی تھی اور فاسد و نامناسب اعمال کی وجہ سے فوجی رجسٹر سے اس کا نام خارج کر دیا گیا اور عمر خطاب کہا کرتے تھے کہ حمزہ کے قاتل کو اتنی آزادی نہ حاصل ہونی چاہئے۔" [۱۳]

### ۴۔ جانباز خاتون ام عامرؓ نسیبہؓ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے عورتوں کے لئے جہاد حرام قرار دیا ہے یہاں تک کہ خواتین مدینہ کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک خاتون پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور رسول اکرمؐ سے یہ معلوم کیا کہ آخر عورتوں کو جہاد سے کیوں محروم رکھا گیا ہے۔ اس محرومیت کے سلسلے میں اعتراض کرتے ہوئے اس خاتون نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ اپنے شوہروں کی ہر ممکن خدمت کرتے ہیں اور ہر وہ کام بڑی خوبی کے ساتھ انجام دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ لوگ سکون و اطمینان کے ساتھ جہاد کر سکیں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اسلام نے ہم

لوگوں کو اس فیض عظیم سے کیوں محروم کر دیا ہے؟

رسول اکرمؐ نے اس عورت کے ذریعہ خواتین مدینہ کو یہ پیغام دیا کہ اگرچہ بعض فطری اور سماجی اسباب و عوامل کی وجہ سے مسلمان عورتوں کو جہاد جیسے عظیم فیض الٰہی سے محروم رکھا گیا ہے لیکن شوہر کی خدمت کے ذریعہ خواتین جہاد کے فیوض سے بخوبی آشنا ہو سکتی ہیں۔ پیغمبرؐ نے اس سلسلے میں یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا۔ "وان حسن التبعل یعدل ذلک کلہ" "یعنی شوہر داری کے فرائض کو پورا کرنا درحقیقت جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہوتا ہے۔

لیکن کبھی کبھی بعض تجربہ کار مجاہدین اسلام کی مدد کے لئے 'جن میں ان کے بیٹے' بھائی شوہر اور دیگر رشتہ دار شامل تھے۔ ان مجاہدین کے ہمراہ مدینہ سے باہر بھی آجایا کرتی تھیں اور پیاسے فوجیوں کو پانی پلا کر زخمی فوجیوں کی تیمارداری کے ذریعہ نیز سپاہیان اسلام کے کپڑے دھو کر لشکر اسلام کی کامیابی میں پوری مدد کیا کرتی تھیں۔

ام عامر 'جس کا اصلی نام نسیبہ تھا' بیان کرتی ہیں کہ "میں نے سپاہیان اسلام کو پانی پلانے کے لئے جنگ احد میں شرکت کی اور عنقریب مسلمانوں کو فتح حاصل ہونے والی تھی کہ اچانک سب کچھ الٹ گیا اور مسلمان فوجی شکست خوردہ حالت میں بھاگنے لگے اور میں نے دیکھا کہ پیغمبرؐ کی جان خطرے میں پڑ گئی۔ میں نے سوچا کہ چاہے میری جان چلی جائے لیکن اس وقت پیغمبرؐ کی جان بچانا لازمی ہے۔ میں نے مشک زمین پر رکھ دی اور اپنی تلوار سے دشمن کے حملوں کو روکنے لگی۔ اسی دوران بوقت ضرورت میں نے تیر اندازی بھی کی۔" اس موقع پر نسیبہ ایک ایسے مجاہد اسلام کا ذکر کرتی ہے جس کا بازو بہت زخمی تھا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ "جس وقت لوگ دشمن کے حملوں سے خوفزدہ ہو کر اپنے گھروں کی طرف بھاگ رہے تھے 'پیغمبرؐ نے ایک بھاگتے ہوئے فوجی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ "میدان جہاد سے بھاگتے ہوئے کم از کم اپنی ڈھال چھوڑتے جاؤ۔" اس نے ڈھال زمین پر پھینک دی۔ میں نے آگے بڑھ کر وہ ڈھال اٹھائی اور دشمن کے حملوں کا مقابلہ کرنے لگی۔ اچانک ابن قمیہ نامی شخص کی آواز سنائی دی جو یہ کہہ رہا تھا کہ محمد کہاں ہیں؟ اس نے پیغمبرؐ کو پہچان لیا اور اپنی تلوار سنبھالتے ہوئے رسول خداؐ کی طرف بڑھا۔ میں نے اور مصعب نے اس کو آگے بڑھنے سے روکا۔ اس نے مجھے پیچھے ہٹانے کے لئے میرے بازو پر زوردار تلوار ماردی۔ میں نے بھی اس کے اوپر وار کئے لیکن اس کا حملہ کافی اثرانداز ثابت ہوا وہ زخم تقریباً ایک سال تک باقی رہا۔ چونکہ اس نے زرہ پہن رکھی تھی لہذا میرے حملوں کا اس پر کوئی اثر ہی نہ ہوا۔

میرے بازو پر لگی ہوئی چوٹ کافی گہری تھی اور پیغمبرؐ نے میرے زخمی بازو سے خون کی فوار نکلتے ہوئے دیکھ کر میرے ایک لڑکے کو آواز دی کہ اپنی ماں کے زخم کو باندھ دو۔ اس نے زخم پر پٹی باندھ دی اور میں دوبارہ دفاعی کام میں سرگرم ہو گئی۔

اسی دوران میں نے دیکھا کہ میرا ایک بیٹا زخمی ہو گیا ہے۔ میں کپڑے کی پٹی اپنے ساتھ لئے ہوئے تھی 'اس کے زخم پر پٹی باندھنے کے بعد میں

پیغمبرؐ نے میرے زخمی بازو سے خون کی فوار نکلتے ہوئے دیکھ کر میرے ایک لڑکے کو آواز دی کہ اپنی ماں کے زخم کو باندھ دو۔ اس نے زخم پر پٹی باندھ دی اور میں دوبارہ دفاعی کام میں سرگرم ہو گئی۔ اسی دوران میں نے دیکھا کہ میرا ایک بیٹا زخمی ہو گیا ہے۔ میں کپڑے کی پٹی اپنے ساتھ لئے ہوئے تھی 'اس کے زخم پر پٹی باندھنے کے بعد میں نے اس سے کہا کہ بیٹا! اس وقت ہمارے پیغمبرؐ کی جان خطرے میں ہے لہذا اٹھو اور ان کا دفاع کرو۔"

نے اس سے کہا کہ بیٹا اس وقت ہمارے پیغمبرؐ کی جان خطرے میں ہے لہٰذا اٹھو اور ان کا دفاع کرو۔"۱۲

رسول اکرمؐ اس خاتون کی شجاعت و جانبازی دیکھ کر بہت حیران تھے۔ اچانک پیغمبرؐ کی نگاہ اس آدمی پر پڑی جس نے اس خاتون کے بیٹے کو زخمی کر دیا تھا۔ پیغمبرؐ نے نسیبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تیرے بیٹے کو اسی شخص نے زخمی کیا ہے۔ وہ دل سوختہ ماں پروانہ کی طرح پیغمبرؐ کے شمع وجود کے اردگرد چکر لگا رہی تھی اور پیغمبرؐ کا اشارہ پاتے ہی وہ ایک خوفناک شیرنی کی طرح اس شخص پر ٹوٹ پڑی۔ اس نے اپنی تلوار سے اس آدمی کی پنڈلیوں پر حملہ کر دیا اور وہ شخص اسی جگہ پر ڈھیر ہو گیا۔ نسیبہ کی اس دلیری سے پیغمبرؐ کے تعجب میں اور اضافہ ہو گیا اور شدت تعجب کی وجہ سے وہ اس طرح ہنسے کہ ان کے پیچھے والے دانت بھی نمایاں ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا: "تم نے اپنے بیٹے کا بدلہ لے لیا۔"۱۵

پیغمبرؐ نے نسیبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تیرے بیٹے کو اسی شخص نے زخمی کیا ہے۔ وہ دل سوختہ مادر پروانہ کی طرح پیغمبرؐ کے شمع وجود کے اردگرد چکر لگا رہی تھی اور پیغمبرؐ کا اشارہ پاتے ہی وہ ایک خوفناک شیرنی کی طرح اس شخص پر ٹوٹ پڑی۔ اس نے اپنی تلوار سے اس آدمی کی پنڈلیوں پر حملہ کر دیا اور وہ شخص اسی جگہ پر ڈھیر ہو گیا۔

دوسرے دن پیغمبر اکرمؐ نے ستون لشکر کو "حمراء الاسد" کی طرف حرکت کرنے کا حکم دیا۔ نسیبہ نے بھی لشکر کے ساتھ چلنے کی خواہش ظاہر کی لیکن شدید زخموں کی وجہ سے وہ سپاہ اسلام کے ساتھ نہ جا سکی۔ حمراء الاسد سے واپسی کے فوراً بعد پیغمبرؐ نے ایک شخص کو نسیبہ کی خیریت معلوم کرنے کے لئے اس کے گھر بھیجا اور انہیں یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ اب نسیبہ کی حالت اچھی ہے۔

اس خاتون نے اپنی ان تمام فداکاریوں کے بدلے میں پیغمبرؐ سے یہ مطالبہ کیا کہ یا رسول اللہ! میرے حق میں یہ دعا کریں کہ بہشت میں خداوند عالم مجھے آپ کی خدمت کرنے کا شرف عطا کرے۔ رسول خداؐ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہوئے فرمایا: خدایا! بہشت میں ان لوگوں کو میرے دوست و رفیق کا درجہ عنایت فرما۔"۱۶

اس مسلمان خاتون کی دلیرانہ دفاعی سرگرمیوں سے رسول خداؐ اس قدر خوش تھے کہ اس خاتون کے سلسلے میں یہ ارشاد فرمایا: "لمقام نسيبة بنت كعب اليوم خير من فلان وفلان۔" "یعنی آج اس جانباز خاتون کا مرتبہ فلاں فلاں لوگوں سے بلند و بالا ہے۔

ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ "اس حدیث کے راوی نے پیغمبرؐ کے حق میں خیانت سے کام لیا ہے کہ اس نے جان بوجھ کر ان دو آدمیوں کا ذکر نہیں کیا جن کا پیغمبرؐ نے نام لیا تھا۔"۱۷

لیکن میرا یہ خیال ہے کہ فلاں اور فلاں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو رسول خداؐ کے بعد مسلمانوں کے درمیان اونچے منصب کے حقدار بن بیٹھے۔ راوی نے خوف و احترام کی وجہ سے ان لوگوں کا نام نہیں لیا ہے۔

(باقی آئندہ)

حوالے

۱۔ سیرۂ ابن ہشام جلد ۳ ص ۸۶، مغازی واقدی جلد ۱ ص ۲۷۲

۲۔ "كيف يفلح قوم خضبوا وجه نبيهم بالدم وهو يدعوهم الى الله۔"

۳۔ کامل جلد ۲ ص ۱۰۷

۴۔ ابن ابی الحدید ج ۱۵ ص ۲۱

۵۔ کامل جلد ۲ ص ۱۰۷

۶۔ شرح نہج البلاغہ حدیدی جلد ۱۴ ص ۲۵۱

۷۔ انساب جلد ۱ ص ۱۵

۸۔ سیرۂ ابن ہشام جلد ۳ ص ۱۸

۹۔ سیرۂ ابن ہشام جلد ۳ ص ۱۹

۱۰۔ بحار الانوار جلد ۲۰ ص ۸۴ اور اس کے بعد

۱۱۔ ناسخ التواریخ جلد ۱ ص ۳۵۷

۱۲۔ ويحك غيب عني وجهك فلا اريتك

۱۳۔ سیرۂ ابن ہشام ج ۳ ص ۶۹ سے ۷۲ تک

۱۴۔ قم فضارب القوم

۱۵۔ فضحك حتى بدت نواجذه۔ "واضح رہے کہ پیغمبرؐ کی ہنسی مسکراہٹ کی حد سے آگے نہیں بڑھا کرتی تھی۔

۱۶۔ اس جانباز خاتون کی دلیری و جانبازی کا سلسلہ اسی جگہ پر ختم نہیں ہوتا بلکہ بعد میں اس نے اپنے فرزند کے ہمراہ جنگ مسیلمہ میں شرکت کی اور جنگ کے دوران راہ اسلام میں اپنا ایک ہاتھ قربان کر دیا۔

۱۷۔ ابن ابی الحدید جلد ۱۴ ص ۲۶۵ سے ۲۶۷ تک